حضرت مولانا عیسیٰ منصوری*

تہذیبوں کے عروج و زوال میں علم کا کردار

انسان کی قسمت علم سے وابستہ ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کی دنیوی واخروی کامیابی وفلاح کا مدار علم پر رکھا ہے' یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی معرفت کے علم کے ساتھ علم الاسماء یعنی کائناتی علم سے بھی سرفراز فرمایا' جو بھی قوم کائنات کی ماہیت وحقیقت اور اس کے استعمال کے طریقوں سے زیادہ واقفیت رکھے گی دنیوی نظام واقتدار ان کے حوالے کیا جائے گا یہی ہمیشہ ضابطہ خداوندی یا سنت اللہ رہی ہے۔

تشریعی وتکوینی دونوں علم اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کے ذریعے انسانوں کو عطا کئے اللہ کا آخری پیغام (قرآن) دونوں علوم سے بھرپور ہے' دونوں علوم کی اہمیت سینکڑوں آیات سے ہویدا ہے' پیغمبر اسلام ﷺ نے علم کو ایک وحدت کے طور پر دیا اور آپ کی تربیت کردہ جماعت نے دونوں علوم میں سرفرازی حاصل کی۔ کائناتی نظام کو احسن طریقہ پر چلانے میں حضرت عمرؓ کی اولیات اور معاصر اقوام پر غلبہ کے لئے عصری ٹیکنالوجی میں سبقت دور عثمانی کے بحری بیڑے سے ظاہر ہے جس نے 654ء میں اس دور کی سب سے بڑی سپر پاور (سلطنت روما) کے بحری بیڑے کے تمام پانچ سو جہاز ایک دن میں بحر روم میں غرق کر کے بحر روم سے 800 سالہ رومی تسلط ختم کر کے اس پر مسلمانوں کی حکمرانی قائم کردی۔ اس کے بعد اسلامی بحری طاقت کو صدیوں تک کوئی قوم چیلنج نہ کرسکی۔

دور خلافت راشدہ کے بعد اسی سالہ اموی دور میں مسلمان افریقہ' وسط ایشیا یورپ کی فتوحات واستحکام کے ساتھ اس دور کے تمام کائناتی وعصری علوم وفنون میں اقوام عالم سے سبقت حاصل کر چکے تھے کہ مامون الرشید کے دور میں اقوام عالم کے پاس موجود انسانی تجربہ وتحقیق پر مشتمل کائناتی علوم کے یونانی' سریانی' سنسکرت اور لاطینی زبان سے اس قدر سرعت سے عربی میں تراجم ہوئے جو بعد کے ہزار سال میں نہ ہوسکے۔

نزول قرآن سے جن علوم کا چرچا شروع ہوا' جلد ہی قاہرہ' سسلی' طلیطلہ ' قرطبہ ان علوم کے مرکز بن گئے دنیا کے کونے کونے سے کتابیں ان مراکز میں پہنچنے لگیں۔ یونان' مصر' ہند وچین کے تمام علوم آٹھویں صدی عیسوی تک عربی میں منتقل ہوچکے تھے مسلمانوں نے ان علوم کا صرف ترجمہ ہی نہیں کیا بلکہ انہیں عصری طور پر قابل فہم بنایا۔ یہ علوم جو

---

* چیئرمین ورلڈ اسلامک فورم یو۔کے

مبادیات کے درجہ میں تھے انہیں ارتقاء کے منازل طے کرائے تاریخ انسانی میں مسلمانوں سے قبل کسی قوم کو بنی نوع انسان کے علوم کے تمام جوہر کسی ایک زمانہ میں منتقل کرنے کا افتخار حاصل نہ ہوسکا تھا۔ مغرب کی سرحدوں پر ان علوم کے دو بڑے مراکز تھے ایک قرطبہ دوسرا سسلی۔ ان مراکز سے یورپ میں علوم کی مشام جانفزا پہنچنے لگی ہے۔ یاد رہے سسلی ابتداء میں تیسری صدی ہجری سے پانچویں صدی ہجری تک مسلمانوں کے زیر نگیں رہا اس لئے یورپ میں سب سے زیادہ علوم سسلی کے ذریعہ منتقل ہوئے پھر اسپین میں ہزار ہا سال کے انسانی تجربات اور سائنسی علوم کو آگے بڑھانے کے لئے بکثرت یونیورسٹیز، تجربہ گاہیں اور رصدگاہیں قائم ہوئیں جو دنیا کے کائناتی علوم میں بے انتہاء اضافہ کا سبب بنیں تقریباً چھ سو سال تک مسلمان دنیا بھر کی اقوام سے کائناتی علوم وسائنس میں فائق رہے۔

جب سپین علوم وفنون سے جگمگا رہا تھا، یورپ وحشت و جہالت کے تاریک دور (Dark) میں تھا جب سپین میں علوم وفنون کی شاندار جامعات تھیں، یورپ میں علوم کے ابتدائی مدارس بھی ناپید تھے، جب اسپین کی شخصی لائبریریوں میں لاکھوں کتب تھیں، یورپ کے بادشاہوں کی لائبریریوں میں گنتی کی کتب ہوتی تھیں۔ یورپ کے غیر فطری موسم کی طرح ان اقوام کا مزاج ونفسیات بھی ہمیشہ انتہا پسندانہ اور وحشت و بربریت کا شائق رہا۔ خونریزی و دہشتگردی اور سازشیں ہمیشہ ہی یورپ کی فطرت ثانیہ رہی ہیں۔ سپین میں یمن وحجاز کے قبائل کے مابین عصبیت جاہلیہ کی خانہ جنگی نے سپین سے عرب سلطنت اکھاڑ پھینکنے کا موقع یورپ کو فراہم کردیا اس طرح سپین سے طبیعیاتی (سائنسی) اور دیگر کائناتی علوم کی ترقیات کی بساط لپیٹ دی گئی۔

سپین کی تباہی کے ساتھ ساتھ تاتاریوں کے ہاتھوں بغداد کی خلافت عباسیہ اور عالم اسلام کے بڑے حصے کی تباہی و بربادی نے مسلمانوں کے علوم وفنون اور تہذیب کو زوال پذیر کردیا اگرچہ جلد ہی تاتاری نسل نے اسلام قبول کرکے اپنی شمشیر خاراشگاف سے مشرقی رومن امپائر کے بڑے حصے کو فتح کرکے مشرقی کرسچین کیپٹل قسطنطنیہ بھی فتح کرلیا۔ تاتاریوں کا پس منظر جنگجویانہ تھا وہ اسلام کے بازوئے شمشیر زن تو بن گئے مگر عربوں کے تجرباتی وسائنسی علوم کے وارث نہ بن سکے۔

جب تک ترکوں اور مشرقی بازنطینی سلطنت روما کے درمیان جنگ رہی رومن امپائر (پوپ) مشرقی عیسائیت سے شدید نفرت وعداوت کی بناء پر خاموش تماشائی بنی رہی لیکن جب ترکی افواج نے یورپ کے مشرقی ممالک کو فتح کرنا شروع کیا تو یورپ (مغربی سلطنت روما) اور ویٹیکن کے پوپ و پادریوں نے اسلام اور مسلمانوں کے مکمل خاتمہ تک اعلان جہاد کرکے اپنی ساری طاقت صلیبی جنگوں میں جھونک دی اگرچہ سقوط سپین اور تاتاریوں کی یلغار کے بعد عالم اسلام میں علوم وفنون کا زوال شروع ہوگیا تھا مگر اب بھی علوم میں وہ یورپ سے بہت فائق تھا، یورپ کی شروع کردہ صلیبی جنگیں یورپ ومسیحیت کی مکمل شکست پر منتج ہوئیں ان جنگوں میں یورپ نے مسلمانوں کی علمی

برتری کا مشاہدہ کرلیا تھا چنانچہ شکست کے اسباب پر غور وخوض اور اسلام اور مسلمانوں کے مکمل استحصال کے لئے کسی نئے لائحہ عمل کی تلاش میں مغرب کے مذہبی پادری وسکالر اور حکمران سر جوڑ کر بیٹھے۔

تیرہویں صدی عیسوی (1270ء) میں شاہ فرانس نہم نے جسے مصر میں گرفتاری کے بعد تیونس پر حملہ میں مکمل ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا مرتے وقت وصیت نامہ میں لکھا کہ ہم عرصہ سے مسلمانوں کو مغلوب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں شدید جنگوں کے باوجود ہم غالب نہیں آسکے کیونکہ مقابلہ کے وقت مسلمانوں میں ایسا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے جس کا مقابلہ مشکل ہے اس لئے اب ہمیں دوسرے وسائل واسباب اختیار کرنے چاہئیں اور اس کی یہی تدبیر ہے کہ جنگ کو عسکری محاذ سے علمی وروحانی محاذ پر منتقل کردیا جائے۔ یہ وصیت نامہ آج بھی پیرس میں محفوظ ہے جس میں چار نکاتی پروگرام پیش کیا گیا ہے۔ (۱) مسلمان قائدین میں پھوٹ ڈالنا۔ (۲) کسی راسخ العقیدہ صحیح فکر وعمل والی جماعت کو منظم نہ ہونے دینا۔ (۳) مسلم معاشرے کو بے حیائی، اخلاقی انارکی اور رشوت وغیرہ کے ذریعہ کھوکھلا کرنا۔ (۴) غزہ (فلسطین واسرائیل) سے انطاکیہ تک وسیع ومتحد یورپین امپائر قائم کرنا۔

چنانچہ شہنشاہ فرانس کی وصیت کی روشنی میں محاذ جنگ کو اسلحہ سے علم کی طرف موڑنے کا کام شروع ہوا اس سلسلے میں سب سے اہم پیش رفت اس وقت ہوئی جب یورپ کا سب سے بڑا سائنس دان راجر بیکن (Roger Bacon) اور طلیطلہ (Toledo) کا رئیس الاساقفہ (آرچ بشپ) ریمنڈ لل (Ramandlull) نے رومن پوپ سے (جو تقریباً 700 سال سے عملاً یورپ کا حکمران تھا) طویل مذاکرات ومباحثوں کے بعد عربی زبان اور اس کے ذریعہ مسلمانوں کے علوم (کائناتی وسائنسی) کو حاصل کرنے کا فیصلہ کیا۔ پوپ کو شروع میں تردد تھا کہ کہیں عربی زبان اور علوم کی راہ سے مسلمانوں کا تمدن اور مذہب نہ سرایت کرجائے۔ بڑی رد وقدح کے بعد ان سکالرز نے پوپ کو اطمینان دلایا کہ مسلمانوں سے علوم کے حصول کے ساتھ ساتھ ہم اسلام کو مسخ کرنے اور اسلام کی نفرت انگیز ودہشت گردانہ تصویر بنانے کا کام بھی ساتھ ہی کریں گے۔ تب پوپ نے ایک عظیم مشن کے طور پر اسلامی علوم وفنون سیکھنے اور ان علوم میں مسلمانوں کو پیچھے دھکیلنے کے کام کی اجازت دی۔

اقوام عالم کے درمیان جنگ کا فیصلہ کن پہلو ہمیشہ علمی رہا ہے شکست کھا جانے والی اقوام کیلئے دوبارہ غلبہ وعروج کی راہ صرف علم کی شاہراہ سے گزرتی ہے دوسری عالمگیر جنگ میں جاپان پر امریکی فتح درحقیقت امریکہ کی سائنس وٹیکنالوجی کی فتح تھی، اس بھیانک شکست کے بعد جاپان نے شکست کے حقیقی اسباب یعنی علم اور سائنس پر توجہ مرکوز کرکے علوم فطرت میں پیش رفت جاری رکھی۔ نصف صدی کے اندر اندر اس چھوٹے سے جزیرے نے دنیا کی سب سے بڑی امپائر کو پیچھے دھکیل دیا، اب امریکہ کے لئے ممکن نہیں رہا کہ وہ جاپان کو نظر انداز کرسکے علم نے مفتوح کو فاتح پر برتری دلوادی۔

گیارہویں صدی عیسوی میں عربوں سے ملنے والے علمی ورثہ نے عثمانیوں (ترکوں) کو اس قابل بنادیا تھا کہ وہ دنیا کی سب سے بڑی سیاسی وعسکری طاقت (رومن امپائر) کا سامنا کر کے اسے شکست دے سکیں مگران سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے صرف عسکری قوت پر تکیہ کیا علمی ورثہ کو آگے بڑھانے پر توجہ نہیں دی کیونکہ ترکوں کا ماضی محض عسکری تھا وہاں کوئی علمی روایت نہیں تھی۔ انہیں احساس اس وقت ہوا جب بہت دیر ہوچکی تھی ایک طرف مغرب علم میں بہت آگے بڑھ گیا تھا دوسری طرف مسلمانوں نے دوسروں سے علم اخذ کرنے کی صلاحیت کھودی تھی علم سے استفادے کے لئے وسعت نظر ضروری ہے۔ جابر بن حیان کا قول ہے''علم میں اضافے نیز نئے نئے انکشافات وایجادات کیلئے انسان کے سامنے کوئی حد نہیں' اسے چاہیے کہ وہ تمام کائنات کے اسرار منکشف کرنے کی کوشش کرے اور یہ کہ اس عالم سے ماورئی جو اسرار ہیں ان سب کو منکشف کرنے کی اسے صلاحیت عطا کی گئی ہے''

اسی طرح القانون مسعودی کے مقدمہ میں مسلم دنیا کی سب سے بڑی علمی وسائنسی شخصیت البیرونی کا قول نقل کیا گیا ہے۔''میں نے وہی کیا جو ہر انسان کو اپنے فن میں کرنا لازم ہے یعنی اگلوں کے اجتہادات وانکشافات کو ممنونیت کیساتھ قبول کرے اور جو کچھ اس فن میں اسے سوجھے اپنے بعد کے زمانہ میں آنے والوں کیلئے محفوظ کر جائے''۔

برطانیہ کے سب سے بڑے مورخ آرنلڈ ٹوئن بی نے اعتراف کیا کہ یونان وروم کے علم الاصنام (بت پرستی) نے علم کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اس نے مظاہر قدرت کو معبود (دیوی دیوتا) بنا کر تجربہ اور سائنس کا باب بالکل بند کردیا۔ انسانیت پر علوم وسائنس کا دروازہ قرآن کے انقلابی نظریہ توحید نے کھولا اس انقلابی نظریہ نے مظاہر قدرت کو معبود کے مقام سے اتار کر ادنیٰ مخلوق اور انسان کو اشرف مخلوق کے درجہ میں رکھا اسی طرح مظاہر قدرت واشیائے کائنات' پرستش کے بجائے تسخیر اور فائدہ اٹھانے کی چیزیں بن گئیں' یہی بات انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (1984) کے مقالہ نگار نے لکھی۔''یونانی علوم کا رومنوں کی بے توجہی سے خاتمہ ہوگیا تھا' دوبارہ یورپ کو یہ تمام علوم عربوں اور عربی کتب کے واسطے سے ملے عربوں نے ان علوم میں بیش بہا اضافہ کر کے واپس کیا اس طرح یورپ میں سائنس کے احیاء کا دور شروع ہوا''

یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ یورپ نے عربوں سے اکتساب علم اور عربی کتب کے ترجمے صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے شروع ہوگئے تھے۔ یہ عمل صدیوں تک مسلسل جاری رہا انکے مراکز ہسپانیہ سسلی (اٹلی) اور بیزنطہ (ترکی) رہے' چنانچہ فرانس کا مشہور مورخ موسیو لیبان اپنی کتاب ''تمدن عرب'' میں لکھتا ہے''عربی اور اسلامی علوم صلیبی جنگوں سے نہیں بلکہ اس سے بہت پہلے اندلس وسسلی کے ذریعے پہنچے۔ البتہ اس میں تیزی بارہویں صدی میں پوپ راجر بیکن اور ریمنڈلل کے منظم منصوبہ کے بعد آئی۔

1130ء میں طلیطلہ کے آرچ بشپ ریمنڈلل (Remandlull) کی سرپرستی میں عربی سے لاطینی مترجمین کا

ادارہ قائم ہوا۔ جس نے مختلف فنون کی عربی کتب کا لاطینی میں ترجمہ کیا۔" یاد رہے کہ 1086ء میں طلیطہ (Toledo) کے سقوط کے بعد طلیطہ کے نادر کتب خانے عیسائیوں کے قبضے میں آئے۔ عیسائی قبضے کے بعد بھی بدستور عربی زبان کا چلن رہا' طلیطہ کے آرچ بشپ ریمنڈلل (1126-1115) نے ایک دارالترجمہ قائم کیا جو عربی سے لاطینی میں تراجم کے فرائض انجام دیتا تھا۔ یہ دارالترجمہ تقریباً ایک صدی تک کام کرتا رہا اس میں مسلم علماء' یہودی مترجمین اور مغربی اہل قلم سب ہی ملازم تھے اس ادارے کا سربراہ ایک اطالوی جرادآف کریمونا (Gerard of Cermona) تھا جس نے کم ازکم 71 نادر کتب کا ترجمہ کیا۔ اس عہد میں فلسفہ' ریاضی' طب کے علوم کو خصوصیت کے ساتھ مغربی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ ریمنڈلل نے کلیسا کو دعوت دی کہ علوم شرقیہ کے مطالعے کو علمی و روحانی صلیبی جنگ کے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے یہی کام روجر بیکن نے کیا۔

مغرب نے ان مجالس و مباحثوں میں اپنی کمزوریوں کی تشخیص کر لی تھی اور وہ دشمن (مسلمانوں) کی برتری کے راز معلوم کر چکے تھے اس کمزوری کو رفع کرنے اور دشمنوں پر برتری حاصل کرنے کا جامع منصوبہ تیار کر کے اس پر عمل درآمد شروع ہوا۔ اسلامی و مشرقی علوم کا گہرا مطالعہ اس جنگی منصوبہ بندی کا اہم حصہ تھا۔ مستشرقین اس علمی و روحانی حروب صلیبیہ کا ہراول دستہ تھے اس دور میں اس موضوع پر یورپ میں سنجیدگی سے بین الاقوامی کانفرنسیں ہوئیں' اغراض و مقاصد کا تعین ہوا' طریقہ کار طے کئے گئے' علوم مشرقیہ کے بامقصد مطالعہ کا دور شروع ہوا جن کا سب سے اہم متعینہ مقصد تھا عیسائیت کی ترویج اور اسلام کی بیخ کنی کے لئے خود کام کیا جائے اور دوسروں کو مواد پہنچایا جائے۔ کلیسا کو یہ خوف لاحق تھا کہ کہیں اسلام کے تمدنی و مذہبی اثرات مغرب میں نفوذ نہ کر جائیں اس خدشے کے پیش نظر کلیسا نے انہیں کالے علوم کا خطاب بخشا اور اپنی حدود میں ممنوع قرار دیا اور مسلمانوں کے مادی و کائناتی علوم و نقل کرنے سے پہلے ان بپتسمہ (اسلامی اثرات ختم کرنا) ضروری سمجھا گیا۔

یہ حقیقت قابل غور ہے کہ 13ویں صدی عیسوی میں یورپ میں جب علم کا چرچا شروع ہوا اس وقت ان کا مظہر وہ یونیورسٹیز تھیں جو ابتداً صرف انہی شہروں میں قائم ہوئیں جو عربی و اسلامی علوم کے اخذ و اکتساب کے مراکز تھے' مغربی مورخین نے بارہا ان جامعات کے قیام کی توجیہ کرنے کی کوشش کی مگر اطمینان بخش توجیہ نہ دے سکے کیونکہ یہ جس انداز میں قائم ہوئیں ماضی میں ان کی کوئی مثال یورپ میں موجود نہ تھی ان کا تصور نہ یونانیوں کے ہاں تھا نہ یورپ کے قرون وسطیٰ میں' یہ جدید یونیورسٹیاں اپنے منصوبوں اور تمام تر اصول و فروغ میں صرف اور صرف اسلامی عربی یونیورسٹیوں کی تقلید پر قائم تھیں۔

عربوں نے اجنبی اقوام سے علم سیکھنے کا کام اس وقت کیا جب وہ اسلام قبول کر چکی تھیں یا اسلام کے زیر نگیں آ چکی تھیں اس لئے عربوں کے اجنبیوں سے علمی استفادے میں تعصب کا عنصر بالکل نظر نہیں آتا اس کے برعکس مغرب

نے عربوں کو اپنا دشمن وحریف سمجھتے ہوئے ان سے علم اخذ کرنا شروع کیا اس سے ان کے ہاں علمی سرقہ رواج پایا کہ مسلم علماء وسائنس دانوں کی دریافتوں انکشافات اور ایجادات کا سہرا اپنے بشپوں پادریوں اور سکالرز کے سر باندھ دیا جائے چنانچہ گیارھویں صدی عیسوی میں ابن عدون (Abn Adon) نے تحریر کیا ''کتابوں کو عیسائیوں کے ہاتھوں فروخت نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کا ترجمہ کرکے اپنے بشپوں (Bishops) سے منسوب کردیتے ہیں''

عربوں نے شروع ہی سے علم حدیث کی طرح ہر علم میں استاد پر زور دیا، یعنی عرب مصنفین یہ بتانا ضروری سمجھتے تھے کہ یہ علم انہوں نے کس سے لیا جبکہ یورپ میں استاد کا رواج کبھی نہیں رہا خصوصاً لاطینیوں کے ہاں عربوں کی طرح یہ اصول نہیں تھا کہ تصانیف کو ان کے اصل لکھنے والوں سے منسوب کرنا ضروری ہے، اس کی سب سے نمایاں مثال خود ریمنڈلل اور روجر بیکن ہی ہیں جنہوں نے تمام عمر عربوں سے علوم اخذ کئے بعد میں بہت سی کتب لکھیں جو سب عربی الاصل یا عربوں کی کتب کا ترجمہ ہیں مگر اس کو کہیں ظاہر نہیں کیا۔ ان کا تمام تر انحصار الکندی، ابن سینا، ابن رشد وغیرہ وغیرہ جیسے عرب مؤلفین پر رہا۔ راجر بیکن کو تو پوری طرح عربوں کا شاگرد کہنا چاہیے، یورپ میں اس کی پہچان جن نئی اہم دریافتوں کے حوالے سے ہوئی یہ سب عربوں کی دریافتیں تھیں مثلاً راجر بیکن سے علم البصریات میں جو کارنامے منسوب ہیں انکی بنیاد ابن الہیثم کے نظریات پر تھی، اسی طرح طب وفلکیات کا علم مغرب کو سپین کے مشہور یہودی عالم موسیٰ بن میمون سے ملا جس نے ابن سینا کی القانون اور مسلمانوں کے دیگر بکثرت علوم کا ترجمہ کرکے دیا ادیلارڈ آف باتھ (Adelord of Bath) جو مغرب میں جغرافیہ وفلکیات کا بانی سمجھا جاتا ہے اس کی مشہور کتاب (Introduction to the Astronomy) الخوارزمی کی کتاب کا ترجمہ ہے۔ مغرب کے مشہور مصنف رابرٹ نے الخوارزمی کے الجبرے کے علم کو لاطینی میں منتقل کیا جس کی وجہ سے عربی ہندسوں نے رومن ہندسوں کی جگہ لی اور مغرب میں صفر کا استعمال شروع ہوا جس پر آج کی ریاضی، ٹیکنالوجی اور سائنس کا دارومدار ہے ورنہ رومن ہندسوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی کہ وہ ریاضی، سائنس، ٹیکنالوجی میں استعمال ہوسکیں۔ ایک عرب عالم کی کتاب المعراج کا ترجمہ الفانسو دہم کے لئے کیا گیا۔ 1918ء میں آسن پولاسئس (Asin Polacius) نے یہ تحقیق کرکے مغرب کے علمی حلقوں میں تہلکہ برپا کردیا کہ دانتے کی تصنیف (Divine Commedia) اسی کتاب المعراج کا چربہ ہے، ریمنڈلل کو 20 سے زیادہ کتب کا مصنف سمجھا جاتا ہے۔ جدید تحقیق سے واضح ہوگیا کہ یہ سب عربی تالیفات کے ترجمے ہیں، اسی طرح علی موسیٰ مجوسی کی کتاب ''کامل الصناعۃ الطبیہ'' یورپ کے اطباء میں دوسو سال تک اس حیثیت سے مقبول رہی کہ یہ تی قسطنطین کی تصنیف ہے۔ عظیم البرٹس (Albertus Magnus) کو یورپ میں ارسطو کے علوم کا سب سے بڑا عالم و ماہر سمجھا جاتا رہا ہے۔ جدید تحقیقات نے ثابت کردیا کہ وہ یونانی زبان سے ناواقف تھا اس نے ارسطو کے جو کچھ علوم پیش کئے وہ سب کے سب ابن سینا، ابن رشد وغیرہ کی شروح کا سرقہ تھا۔ تاتاریوں کے ذریعے بغداد کے کتب خانوں کی

تباہی اور اسکے بعد قرطبہ طلیطلہ کے کتب خانوں کا نذرِ آتش ہوجانا ایسے عظیم سانحے تھے جس نے علمی سرقوں کی تحقیقات کا امکان ہی ختم کردیا۔

یورپ میں سرقہ کی یہ رو 16 ویں صدی عیسوی تک برابر چلتی رہی حتیٰ کہ 17 ویں صدی تک مغرب کی تاریخ علوم میں عرب علماء، سکالرز کا نام یکسر فراموش ہوچکا تھا چنانچہ بعد والی یورپین نسلیں اور سکالرز یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ ان کے پاس جو کچھ علوم ہیں، وہ عربوں کے عطا کردہ ہیں بندہ کے نزدیک یہ مغرب کی علمی دہشت گردی ہے کیونکہ اس سب کے لئے سرقہ کا لفظ بہت چھوٹا پڑتا ہے۔

الغرض یورپ 16 ویں صدی عیسوی تک کائناتی علوم وسائنس میں آگے نکل گیا اور اسے عالمی طور پر غلبہ حاصل ہوگیا حتیٰ کہ 16 ویں صدی میں مغل امپائر اکبر اعظم کے دور میں برصغیر کے حاجیوں کے جہاز ان کی اجازت کے بغیر سفر نہیں کرسکتے تھے۔ اس وقت ہمارے علماء وسکالر اس قسم کی مجالس منعقد کرکے حالات کا معروضی جائزہ لیکر ملت اسلامیہ کو بتاتے کہ یورپ کا عروج درحقیقت علمی وسائنسی ہے، یورپ نے یہ علم ہمارے اسلاف ہی سے حاصل کرکے ان میں مزید اضافہ کرکے غلبہ وقوت حاصل کی ہے اس لئے ہمیں ان علوم کو جو ہماری ہی میراث ہے، دوبارہ حاصل کرکے مغرب کو علم کے میدان میں شکست دینی ہے، تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دہراتی، جیسے 13 ویں صدی میں یورپ، راجر بیکن، ریمنڈلل کے حصول علم کے فیصلے کے بعد یورپ میں دہرائی گئی مگر ہم نے اپنی کوتاہ فہمی سے جہد ومقابلہ کو علمی وسائنسی میدان کے بجائے صرف اسلحی اور ثقافتی وتہذیبی میدان تک محدود رکھا یہ جانتے ہوئے بھی کہ علم وسائنس میں سبقت کی وجہ سے ہم مغرب سے اسلحی وعسکری طور پر بھی مغلوب بلکہ مکمل محتاجی کے عالم میں ہیں اسی میدان میں مقابلہ کرتے رہے جس میں یورپ کی فتح وکامیابی اور ہماری شکست وتباہی یقینی تھی ہم نے جہد وکوششوں کا رخ علوم کے بجائے یورپ کی تمدن وثقافت اور معاشرتی خرابیوں کے رد تک محدود رکھا جو آسمانی تعلیمات سے محروم اور نفس وخواہشات کے اتباع کرنے والی قوموں کا خاصہ ہے۔

الجزائر کے شیخ عبدالقادر، لیبیا کے سیدی احمد شریف سنوسی، داغستان کے امام شامل سے لے کر افغانستان کے طالبان تک دینی علوم واصناف کے اعتبار سے بہترین لوگ تھے۔ آج الجزائر، لیبیا، داغستان وافغانستان میں عسکری جدوجہد کا نتیجہ سامنے ہے۔ اب اس کی ضرورت ہے کہ جہد وجہاد کو علمی، سائنسی وتحقیقی محاذ کی طرف بھی موڑا جائے جس طرح 13 ویں صدی عیسوی میں یورپ کے مذہبی سکالرز نے کیا تھا تب ہی مستقبل میں مغرب کی ہمہ جہتی غلامی سے خلاصی کی امید رکھی جاسکتی ہے ورنہ مزید تباہی وغلامی سامنے ہے۔